SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 94-109
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Tahreem, & Ayaz Akhter. (2024). Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi's Theological Innovations: In the Light of Tafseer Naeemi مفتی احمد یار خان نعیمی کے عقائد سے متعلق تفردات؛ تفسیر نعیمی کی روشنی میں. *Shnakhat*, *3*(1), 86-102. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/226

# Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi's Theological Innovations: In the Light of Tafseer Naeemi

# مفتی احمد یار خان نعیمی کے عقائد سے متعلق تفردات؛ تفسیر نعیمی کی روشنی میں

Tahreem Ayaz Akhter Irsa Bano

M.Phil. Graduate, Department of Islamic Studies, University of Gujrat,
Lecturer, Department of Islamic Studies, Punjab College Ali pur Chatha, Punjab, Pk at-tahreemsaeed8@gmail.com.
Ph.D. Research Scholar, Institute of Islamic Studies & Sharia, MY University, Islamabad, Pakistan at-ayaz502000@gmail.com.
M.Phil. Graduate, Department of Islamic Studies, University of Gujrat.

## Abstract

Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi (1894-1964) was a renowned scholar commentator, jurist and Sufi from the Indian subcontinent. Honored with the title "Hakim al-Ummat" (Wise Leader of the Nation), left an indelible mark on theological discourse through his magnum opus, Tafseer Naeemi. While a staunch defender of Sunni orthodoxy, Naeemi also dared to innovate, sparking debate and discussion. This abstract delves into his key theological departures, as illuminated by his Tafseer.Tawhid (Oneness of God): He firmly believed in Allah's absolute oneness and indivisibility. He emphasized that Allah has no partner in His being, attributes, or actions .Nature of God: He envisioned God as a personal, transcendent being, capable of knowing and acting, yet beyond earthly limitations .Attributes of God: Naeemi affirmed God's perfect attributes, acknowledging some as beyond human grasp .Risalat (Prophethood): His absolute faith in Prophet Muhammad's prophet hood held that he was Allah's final messenger and guide for humanity. His mission was to guide all humans towards the right path .Day of Judgment: He envisioned Judgment Day as the unveiling of truth, where everything will be revealed in its authentic form. He believed that Muslims will feel intense aversion towards their disbelieving companions who will appear horrifically disfigured. Angels: He described angels as luminous beings capable of shape shifting. He estimated their vast number, stating that humans are one-tenth the size of jinn, who are one-tenth the size of terrestrial animals, and so on .These innovative stances, evident in Tafseer Naeemi, sparked both appreciation and criticism. His legacy compels us to engage in thoughtful theological discourse, embracing intellectual exploration within the bounds of Islamic wisdom.

Keywords: Naeemi, Hakim al-Ummat, Shaytan, shape shifting, Muradabad, jinn, Kachocha Shareef, Theological Innovations (Tafa'rud).

مفتی صاحب کا اصل نام منظور احمد تھا، مگر آپ کو شہرت احمد یار خان کے نام سے ملی، مفتی صاحب والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔مارچ کی پہلی تاریخ تھی۔ جمعرات کا مبارک دن تھا، نمازِ فجر کا پر نور وقت تھا، اسلامی اعتبار سے ۱۳۱۴ ہجری تھی اور جمادی الاول کی چار تاریخ تھی۔[i] آپ خاندانی اعتبار سے یوسف زئی پٹھان[ii] ہیں۔ والد کا نام محمد یار اور دادا کا نام معمور خان تھا۔ محمد یار خان صاحب بڑے متقی پرہیز گار ہر دل عزیز اور عالم تھے۔ آپ مسلمانوں اور ہندوؤں میں یکساں مقبول تھے۔پینتالیس سال تک آپ نے گاؤں کی مسجد میں فی سبیلِ اللہ امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مسجد میں آپ بچوں کو ابتدائی درسی فارسی کتب پڑھاتے، محمد یار صاحب کا مزار اُترپردیش[iii] کے شہر بدایوں[iv] کے قریب ایک بستی جھیانی میں ہے۔

بدایوں[v] شہر میں چلے گئے۔ وہاں مفتی عزیز احمد بدایوں اور قرآن پاک ناظرہ اور ابتدائی عربی کتب اپنے والد محمد یار خان صاحب کے پاس پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ شمس العلوم مولانا عبدالقدیر بخش جن سے آپ خاص طور پر متاثر ہوئے سے تلمذ کیا اور بہت کچھ سیکھنے کے بعد منیڈھو میں چار سال تک علمی پیاس بجھائی۔ مراد آباد[vi] جہاں آپ کو مفتی نعیم الدین مراد آبادی[vii] جیسی شخصیت سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا، جنہوں نے آپ کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو جِلا بخشی۔ وہاں آپ کو مولانا عاشق الٰہی اور مولانا مشتاق احمد میرٹھی جیسے علماء سے استفادہ کا موقع ملا۔ ۱۹ سال کی عمر میں آپ نے دستارِ فضیلت حاصل کر لی۔

کچھوچھہ شریف میں تدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں تین سال تک سرانجام دیتے رہے، خانقاہ میں معمولی وجوہات کی بناء پر کچھوچھہ شریف کو خیر باد کہہ دیا اور واپس اپنے گاؤں اجھیالی آ گئے، استاد صاحب کو مطلع کر دیا، سید نعیم الدین مراد آبادی نے لاہور میں سید ابوالبرکات صاحب سے رابطہ کی اور اطلاع دی کے مفتی صاحب فارغ ہیں۔ سید ابوالبرکات صاحب[viii] نے مفتی صاحب کو لاہور بلوالیا اور بھکی ضلع گجرات میں سید جلال الدین صاحب کے مدرسہ میں بھیج دیا۔ وہاں زیادہ دیر نہ رہ سکے لاہور چلے گئے، اور واپسی کا ارادہ کیا۔ اسی دوران سید محمود شاہ صاحب حزب الاحناف میں پڑھتے آپ کو علم تھا کہ دار العلوم خدام الصوفیہ کے لئے جید عالم کی ضرورت ہے چنانچہ صاحب زادہ صاحب نے سید ابوالبرکات صاحب کی وساطت سے مفتی صاحب سے درخواست کی تو آپ گجرات چلے آئے اور گجرات کے ہی ہو کر رہ گئے۔ علم و تقوی کا یہ سورج جس دن غروب ہوا اتوار کا دن تھا، رمضان المبارک کی تین تاریخ تھی، ظہر کی نماز ادا ہو چکی تھی، اسلامی اعتبار سے تیرہ سو اکانوے ہجری ۱۳۹۱ھ تھی۔ اور انگریزی اعتبار سے اکتوبر کا مہینہ تھا چوبیس تاریخ تھی ۱۹۷۱ء تھی۔ آپ کی عمر مبارک ۷۷ سال تھی۔[ix]

مفتی صاحب نے کل پانچ سو کتب تصانیف کیں، جن میں سے اکثر ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر ضائع ہو گئیں اور جو بچ گئیں ان میں سے کچھ شائع ہوئیں اور کچھ نہ ہو سکیں۔ تفسیرِ نعیمی (اشرف التفاسیر)، یہ گیارہ پاروں کی تفسیر ہے، جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے، اس سے آگے آپ کے بیٹے مفتی اقتدار خان نے تفسیر کی ہے۔[x] تفسیر نور العرفان، یہ امام احمد رضا کے ترجمہ کنز الایمان پر مکمل تفسیری حاشیہ ہے جن میں آیاتِ قرآنیہ کی مختصر تشریح مع چیدہ چیدہ نکات و شان نزول اور عقائد مخصوصہ کا بیان ہے۔[xi]

جاء الحق وزھق الباطل، اختلافی مسائل پر کتاب اور اس کا دوسرا نام فیصلہ مسائل بھی ہے۔ یہ مفتی صاحب کی اردو تصنیف ہے جس میں اہلسنت والجماعت[xii] کے بریلوی مکتبہ فکر[xiii] کی ترجمانی کرتے ہوئے مختلف فیہ، فروعی و مسلکی مسائل کا محققانہ اور مدلل تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک لاکھ سے زائد طبع ہو چکی ہے۔[xiv] جاء الحق (جلد دوم) غیر مقلدین اور مخالفین احناف کا مدلل جواب۔[xv]

شانِ حبیب الرحمٰن شانِ رسالت سے متعلق آیات کو جمع کر کے ان پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب حمد باری ہو یا بیان عقائد، گزشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات ہوں یا احکام، غرض قرآنِ کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔[xvi]

اسلامی زندگی، غیر اسلامی زندگی سے بچنے اور اسلامی طرزِ زندگی کو اپنانے کی تلقین ہے۔ اور اس میں مندرجہ ذیل مباحث کا ذکر کیا گیا ہے۔ بچہ کی پیدائش، عقیقہ اور ختنہ کی مروجہ رسمیں[xvii]، بچوں کی پرورش، شادی بیاہ کی رسمیں (اسلامی رسمیں)، محرم، شبِ برات، عید الضحیٰ، عید بقر کی رسمیں، نیا فیشن اور پردہ، اسلامی لباس اور عورتوں کا پردہ، وظیفے اور عملیات، مسلمان اور بیکاری

سلطنتِ مصطفیٰ، نبی اکرم ﷺ کے کمالات اور اختیارات کے کے متعلق بیان ہے۔ اور اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ ساری کائنات پر محمد ﷺ کی شہنشاہی ہے اور مختلف فصول میں ذکر کیا گیا ہے جس میں دو ابواب اور ایک خاتمہ ہے[xviii]

دیوانِ سالک، یہ مفتی صاحب کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔اور اس کا تاریخی نام محامد پیغمبری ہے۔اس میں تیرہ نعتیں اور قصیدے، مناجات،اور درود و سلام وغیرہ شامل ہیں [xix]

اسرارِ احکام، اس کتاب میں شریعت کے احکام و مسائل کی عقلی حکمتیں بیان کی گئیں ہیں، قرآنی و اسلامی قانون کی حکمتوں کا بیان ہے۔[xx]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اور تنِ بے سایہ ہونے کا مدلل ثبوت۔[xxi] رسالہ نور،

الکلام المقبول، سیدوں کی خصوصی فضائل کا ثبوت[xxii]

ایک اسلام، حدیث پاک کے بغیر قرآن پاک کو سمجھنا اور عمل کرنا ناممکن ہے۔[xxiii]

اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، حدیث پاک کے بغیر قرآن پاک و سمجھنا اور عمل کرنا ناممکن ہے۔[xxiv]

درس القرآن، مفتی صاحب کی چالیس سالہ درس قرآن کی محفلوں کے چند درس[xxv]

علم المیراث، قانون وراثت پر عمدہ نصابی کتاب ہے جو پہلے گجرات کاٹھیاوار اور بعد میں اردو میں بھی شائع ہوئی۔اس میں مفتی صاحب نے مالِ میت کے مصارف، عصبہ وارثوں کا بیان، حجب کا بیان، عول کا بیان، میت کے وارثوں کا مال اس کے وارثوں اور قرض خواہوں پر بانٹنے کا بیان، مناسخہ کا بیان، ذی رحم وارثوں کا بیان، ان کی اولادوں کا بیان، حمل کا بیان مفقود ہوئے وارث کا بیان، مرتد کا حکم، قیدی وارث کا حکم، جو لوگ ڈوب کر یا کر مر جائے ان کا بیان، وغیرہ شامل ہیں

"رحمتِ خدا بوسیلہ ءاولیاء" مسئلہ استمداد و توسل پر مدلل رسالہ۔[xxvi] اس میں مفتی صاحب نے وسیلہ کے ثبوت قرآن، حدیث، بزرگانِ دین کے اقوال، سے دیئے ہیں اس کے علاوہ اقوالِ مخالفیں اور وسیلہ اولیاء پر اعتراضات و جوابات، اور خاتمہ پیش کیا ہے۔

مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح (اردو) علم حدیث شریف پر یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے جو مکمل ہے۔

نعیم الباری فی الشرح البخاری جو بخاری شریف پر حاشیہ ہے اور یہ شائع نہیں ہو سکا۔ خشکی راستہ کے ذریعہ حج کے واقعات اور سفر نامے عراق حجاز و شام[xxvii]۔"امیر معاویہ پر ایک نظر" اس میں حضرت امیر معاویہ کی زندگی کے متعلق پوری تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔[xxviii] اس کے علاوہ مواعظِ نعیمیہ، نئی تقریریں، سفر نامہ حجاز، فتاویٰ نعیمیہ قابل ذکر ہیں۔

مفتی صاحب کے مشہور اور نامور شاگردوں کے نام حسبِ ذیل ہیں مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی عرف محمد میاں، صاحبزادہ مختار احمد خان، صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان، مولانا سید مسعود الحسن چودہ شریف، مولانا جلال الدین بھکھی، حافظ سید غنی شاہ گجرات، سید حامد علی شاہ چودہ شریف، سید محمود شاہ صاحب، سید فضل شاہ صاحب گجرات، قاری محمد رفیع صاحب گجرات، نذیر حسن شاہ صاحب گجرات، مولانا سید حمید شاہ صاحب گجرات، سید حامد علی شاہ صاحب گجرات، سید ایوب علی شاہ صاحب چودہ شریف، سید حامد علی جنید ھڑ گجرات، مولانا سید ارشاد شاہ حسین، قاضی عبدالنبی کوکب لاہور، مولانا محمد اسلم صاحب نعیمی مزاریاں، محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور، مفتی اشرف قادری، پیر محمد افضل قادری۔[xxix]

کس بھی مسئلہ پر کماحقہ گفتگو اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے صحیح معنی و مفہوم سے آگاہی حاصل نہ ہو۔ جیسے درست سمت میں سفر کے لیے اس سمت کا تعین لازم ہے ایسے ہی تفردات تفسیر نعیمی پر کام کرنے سے قبل ان تفردات کا تعین لازم ہے لہذٰ تفردات کا معنی و مفہوم ذکر کیا جارہا ہے تا کہ بعد میں درست تفردات کا ذکر یقینی بنایا جاسکے۔

تفردات کا مفہوم

لفظ " تفردات " دراصل " تفرد " کی جمع ہے۔اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ تفرد ثلاثی مزید فیہ کے باب تفعل کا مصدر ہے۔ جس کا مجرد "ف، ر، د" یعنی "فرد " ہے۔اور فرد سے مراد کسی چیز میں یکتائی اور بے مثلیت کا پایا جانا ہے۔

ابو منصور الہروی لکھتے ہیں

وَقَالَ اللَّيْث : الفَرْدُ مَا كَانَ وَحده؛ يُقَال : فَرَدَ يَفْرُدُ وأَفْرَدْتُه جعلتُه وَاحِدًا، وَيُقَال : جَاءَ الْقَوْم فُرَادًا وَعددتُ الجُوزَ وَالدَّرَاهِم أَفْرادًا، أَي وَاحِدًا وَاحِدًا، وَاللهُ هوَ الفَرْدُ قد تَفَرَّدَ بِالْأَمر دون خَلْقِه۔۔۔۔ أَبُو زيد : فَرَدْتُ بِهَذَا الْأَمر أَفْرُدُ بِهِ فرودًا إِذا تفَرَّدت بِهِ، وَيُقَال : اسْتَفْرَدتُ الشيءَ إِذا أخذتَه فَرْدًا لَا ثَانِي لَهُ وَلَا مِثْل۔۔۔۔ وقَالَ ابْن السّكيت فِي قَوْله : طَاوِي

المَصِيرِ كَسَيْفِ الصَّقيلِ الفَرَدِ قَالَ: الفَرَد، والفُرُد بِالْفَتْحِ وَالضَّم، أَي هو مُنْقَطِع القرين لَا مِثْل لَهُ فِي جَوْدَتِه. قَالَ: وَلم أَسمع بالفَرَد إِلَّا فِي هَذَا البَيْت، وَأَما الفَرْدُ فِي صِفَات الله فَهُوَ الوَاحِد الْأَحَد الَّذِي لَا نَظِير لَهُ وَلَا مِثْل وَلَا ثَانِي وَلَا شريك وَلَا وَزِير. [xxx]

يعنی میں نے اسے اکیلا بنا دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے جَاءَ الْقَوْمُ فُرَادًا وَعَدَدتُ الجوزَ (اور لیث نے کہا: فرد وہ ہوتا ہے جو تن تنہا ہو۔ عرب کہتے ہیں "فَرَدَ يَفْرُدُ وَأَفْرَدتُه وَالدَّرَاهِمِ أَفْرَادًا" یعنی ایک ایک کر کے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی فرد بولا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے حکم میں تنہا ہے اس کی مخلوق اس میں شریک نہیں۔۔۔۔ ابو زید نے کہا کہ "فَرَدتُ بِهَذَا الأمر أَفْرُدُ بِهِ فرودًا" یہ تب کہا جاتا ہے جب تم کسی کو بالکل تنہا کر دو۔ اور یہ جملہ "اسْتَفْرَدتُ الشيءَ" اس وقت بولا جاتا ہے جب تم اس کو ایسا تنہا کر دو کہ کوئی اس کا ثانی اور مثل نہ ہو۔۔۔ ابن سکیت نے اپنے شعر "طَاوِي المَصِيرِ كَسَيْفِ **الصَّقيلِ الفَرَدِ**" کے بارے میں کہا کہ "فرد" فا کے فتح اور ضمہ کے ساتھ دونوں طرح ہے یعنی کوئی اس کا ہمسر نہیں، اس کے اعلیٰ معیار میں کوئی اس کا مثل نہیں۔ اور کہا کہ "فرد" میں اسی شعر میں سنا۔ البتہ جب فرد کو اللہ کی ذات کے بارے میں استعمال کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا یکتا و تنہا ہے جس میں کوئی اس کی طرح، اس کی مثل، اس جیسا، اس کا شریک اور وزیر نہیں۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک فرد سے مراد وہ چیز ہے جس میں کسی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں

فرد الفَرْدُ: الذي لا يختلط به غيره، فهو أعمّ من الوتر وأخصّ من الواحد، وجمعه: فُرَادَى. قال تعالى: لَا تَذَرْنِي فَرْدًا[xxxi]، أي: وحيدا، ويقال في اللّه: فرد، تنبيها أنه بخلاف الأشياء كلّها في الازدواج المنبّه عليه بقوله: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ[xxxii]، وقيل: معناه المستغني عمّا عداه، كما نبّه عليه بقوله: غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ[xxxiii]، وإذا قيل: هو مُنْفَرِدٌ بوحدانيّته، فمعناه: هو مستغن عن كلّ تركيب وازدواج تنبيها أنه مخالف للموجودات كلّها. وفَرِيدٌ: واحد، وجمعه فُرَادَى، نحو: أسير وأسارى. قال: وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَى[xxxiv]، [xxxv]

فرد: یعنی وہ چیز جس میں کسی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو وہ وتر سے عام اور واحد سے خاص ہے اور اس کی جمع "فرادی" آتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا "مجھے تنہا مت چھوڑ" یعنی اکیلا۔ اور اللہ کے بارے میں "فرد" استعمال کیا جاتا ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو سکے کہ وہ وہ دیگر تمام اشیاء کے الٹ ہے جو کہ جوڑا جوڑا ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ ہی کے فرمان "اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے" سے واضح ہوتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جوماسوا سے بے پرواہ ہو جیسا کہ اللہ نے اپنے فرمان "وہ دو جہاں سے بے پرواہ ہے" سے واضح فرمایا۔ اور جب یہ کہا جائے کہ وہ اپنی واحدانیت میں منفرد ہے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ وہ ہر ترکیب اور جوڑے سے بے پرواہ ہے اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ وہ تمام موجودات کے خلاف ہے۔ فرید کا مطلب تنہا ہے اور اس کی جمع "فرادی" آتی ہے جیسا کہ اسیر کی جمع اساریٰ آتی ہے۔ اللہ نے فرمایا "اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے"

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں

فرد: اللہ تعالی وتقدس هو الفرد، وقد تفرد بالأمر دون خلقه. الليث: والفرد في صفات الله تعالى هو الواحد الأحد الذي لا نظير له ولا مثل ولا ثاني. قال الأزهري: ولم أجده في صفات الله تعالى التي وردت في السنة، قال: ولا يوصف الله تعالى إلا بما وصف به نفسه أو وصفه به النبي، صلى الله عليه وسلم، قال: ولا أدري من أين جاء به الليث. [xxxvi]

فرد: وہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اسی نے اپنے حکم میں یکتائی فرمائی اور اس کی مخلوق اس میں شامل نہیں۔ اور لیث نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں فرد سے مراد ایسا ایک ور تنہا ہے جس کو کوئی نظر، مثل اور ثانی نہ ہو۔ جبکہ ازہری نے کہا کہ احادیث میں موجود اللہ تعالیٰ کی صفات میں مجھے کہیں یہ صف "فرد" نہیں ملی حالانکہ اللہ کی صفات فقط ان الفاظ سے ذکر کی جاتی ہیں جن سے اس نے خود دیا اس کے نبی ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہو اور مجھے نہیں علم کہ لیث نے یہ صفت کہاں سے لائی۔

فیروز آبادی نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد "**وَمَنْ لَا نَظِيرَ لَه**،[xxxvii]" بے نظیر ہونا ہے۔ مولوی فیروز الدین نے بھی فرد کو عربی زبان کا لفظ قرار دیتے ہوئے اس کا معنی یوں بیان کیا، تنہا، اکیلا، طاق، واحد، یکتا، بے مثل [xxxviii]

البتہ اردو زبان کی اس لغت کی کتاب میں " تفرد " لفظ کو کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ " تفردات " اردو زبان کا حصہ نہیں رہا۔ یہ خالصتاً عربی ہی کا لفظ رہا ہے۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ عربی زبان میں فرد کا لفظ ایک بے نظیر، بے مثال، یکتا و واحد، دوسروں سے الگ اور ہٹ کر اور ایسا وصف جس میں کوئی اس کا شریک نہ ہو کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی طور پر علامہ شریف جرجانی نے فرد کی تعریف کرتے ہوئے کہا فرد لا یکون غیرہ من جنسہ سابقًا علیہ ولا مقارنًا لہ۔ [xxxix]

فرد وہ ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اور اس کے معاصر اس جیسی کوئی چیز نہ گذری ہو۔

گویا اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ کس کتاب کے تفردات سے مراد وہ مسائل یا احکامات وغیرہ ہیں جو اس کے مصنف سے پہلے یا اس کے زمانہ میں کسی نے ذکر نہ کیے ہوں اور سب سے پہلے اسی مصنف نے ان کو بیان کیا ہو۔ کسی کتاب کے تفردات کا ذکر کرنا اور ان کو سامنے لانا اس کتاب کے مصنف کے مقام اور کتاب کے مقام کا تعین کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

## ایمانیات اور تفرداتِ نعیمی

اسلام میں ایمان کو وہ ہی مقام حاصل ہے جو جڑ کو درخت میں ہوتا ہے، جڑ جتنی گہری اور مضبوط ہوگی درخت اتنا ہی بلند و بالا، تن آور پھل دار ہوگا۔ سرکارِ دوعالم نے مکی زندگی میں تیرہ سال ایمانیات کی پختگی پر محنت فرمائی ہے، اور مفتی احمد یار خان نے بھی ایمانیات کیا اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ ایمان چونکہ بسیط چیز ہے اس لئے اس میں مقداری زیادتی کمی نہیں ہو سکتی مگر کیفیت کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے کہ دیکھی بات کا یقین سنی ہوئی سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اخروی زندگی اور اس کا ڈر اور خوف کا ایمان معتبر ہے، ایمان خوف اور امید سے حاصل ہوتا ہے کہ رب نے نیکوکاروں کی امید کا ذکر کیا نہ کہ یقین نجات سے بے خوفی پیدا ہو جاتی ہے جو ایمان کے خلاف [xl]

ایمان سے دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور کفر میں بے اطمینانی رہتی ہے۔ مومن اس مضبوط درخت کی طرح ہے کہ جو آندھیوں کا مقابلہ نہایت اطمینان سے کر لیتا ہے، نہ تو وہ مصیبت سے گھبراتا ہے اور نہ راحتوں پر اتراتا ہے۔ کافر اس کچی کھیتی کی طرح ہے جو ہر ہوا کا اثر لے لیتی ہے مصیبت آئے تا گھبرا جاتا ہے، اور راحتیں پا کر غرور کرتا ہے۔ اسی لیئے مفتی صاحب نے بھی اسی چیز کو بیان یا ہے کہ ایمان سے دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ [xli] بغیر ایمان کوئی عمل قبول نہیں اور اعمال پانی ہے اور ایمان جڑ، تو جڑ کٹنے کے بعد پانی دینا بیکار ہے، سارے عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے ایک کا بھی انکار کفر ہے ایمان نیک اعمال پر مقدم ہیں کیونکہ یہ شرط ہے، اور ایمان کے بغیر جنت نہیں مل سکتی۔ لیکن نیک اعمال کے بغیر جنت تو ملے گی مگر اس کا عذاب سے بچ جانا یقینی نہیں ممکن ہے کہ پہلے عذاب ہو جائے۔ لہٰذا اعمال سزا سے بچنے کے لیئے ضروری ہیں نیز ایمان سے جنت ملے گی اور اعمال سے وہاں کے درجات [xlii] ایمان اعمال پر مقدم ہے جیسے وضو نماز سے پہلے، کہ رب تعالیٰ نے ایمان کا ذکر تقویٰ سے پہلے کیا۔ اور اعمال ایمان میں داخل نہیں بلکہ ایمان کے علاوہ ہیں اور مفتی صاحب اس بات کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں، اگر اعمال ایمان کا جز ہوتے تو بہت سے لوگ مومن نہ ہوتے کیونکہ بہت سے مومنین کو عمل کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ [xliii] اور اصل ایمان محض قرآن پڑھنے سے نہیں ملتا کیونکہ ایمان تخم ہے اور قرآن بارش کا پانی، بارش کا پانی ہر جگہ پہنچتا ہے لیکن جہاں جیسا بیج ہوگا ویسا ہی درخت اُگے گا۔ اور مومن کیسا ہی گنہگار ہو مگر اس کے قلب میں نورِ ایمانی ہوتا ہے جو اسے بدعقیدگی و بدمذہبی سے دور رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو گنہگار اور خطاکار مانتا ہے۔ اور کافر بظاہر کتنے ہی بھلے کام کرے مگر اس کے دل میں نورِ ایمانی نہیں ہوتا اور جس کا دل نورِ ایمانی سے خالی ہے وہ بے ایمان ہے اور رب کی رحمت سے دور، [xliv]

معرفتِ ایمان و ہدایت خاص عطیہ ربانی ہے جو اس کے کرم سے نصیب ہوتا ہے محض علم و دلائل سے ایمان نہیں ملتا اس کی مثال علماء یہود سے ملتی ہے کہ آپ انہیں ہر قسم کے قولی، عملی دلائل سنائیں، معجزات دِکھائیں اور ان کے پاس تورات کا بھی علم ہے اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائیں گے اور حضور ﷺ کے ظاہری صفات کو مان لینا ایمان نہیں ان کو تو کفار بھی مانتے تھے حضور ﷺ کے چھپے ہوئے اوصاف کو مان لینا ایمان ہے جس سے معلوم ہوا کہ غائب چیز پر ایمان لانا معتبر ہے نہ کہ ظاہر پر۔ [xlv]

چند وجوہات کی وجہ سے ایمان کو اعمال پر مقدم قرار دیا ہے جو درج ذیل ہے۔

۱۔ایمان اعمال کی اصل ہیں۔

۲۔ایمان قلب کا کام ہے،اور اعمال قالب (جسم) کا کام دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا لہٰذا دل کا کام جسم کے کام سے افضل ہے۔

۳۔ایمان سارے پیغمبروں کے دین میں یکساں رہا اور اعمال میں فرق ہوتا رہا اور ہمیشہ کی چیز بدلنے والی سے افضل ہوتی ہے۔

۴۔ایمان لانا اسلام میں اوّل سے فرض ہوا، نماز، زکوۃ بعد میں پہلے عقائد و ایمان کی بات ہوئی۔

۵۔اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں، مگر ایمان موت اور قبر و حشر میں ہر جگہ ساتھ ہے۔[xlvi]

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ حمدِ خدا روحانی غذا ہے اور نعتِ مصطفیٰ اس کا نمک ہے، بغیر نمک ساری غذا بیکار، بغیر نعتِ مصطفیٰ ساری حمد غیر مقبول ہے یعنی واقع میں تو سب حمدیں اللہ ہی کی ہیں لیکن مقبول حمد وہ ہی ہے جو حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ہے[xlvii]

حق تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں وہ جو چاہے بغیر سبب بھی پیدا کر سکتا ہے۔آج جو لوگ اللہ کی عبادت دینوی آرام کے لیے کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ اکثر ایسے لوگ ہیں جنہیں اگر کوئی نقصان ہو گیا تو نماز چھوڑ دیتے ہیں کہ نماز انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتی، اگر ہوتا تو یہ نقصان نہ ہوتا۔وہ لوگ عبرت حاصل کریں اگرچہ نیک کاموں سے بلائیں ٹل جاتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک لوگوں پر مصیبتیں نہیں آتیں۔اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار پر (میدان کربلا میں) کوئی تکلیف نہ آتی۔یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بے غرض ہو کر کرو، کیونکہ وہ ہماری عبادت کا محتاج نہیں ہم اس کے محتاج ہیں۔[xlviii] اللہ تعالیٰ کی عبادت ہمارا مقصدِ حیات ہے، اور اس پر یقین کامل رکھنا بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عداوت سارے محکمہ ربانی سے بغاوت ہے جس کا نتیجہ خود اپنی ہلاکت ہے۔[xlix]

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[1]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے

خدا تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے اور نہ کسی کا اس پر ذاتی حق ہاں اس نے خود اپنے فضل سے جو حق جس کو دے دیا وہ درست ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتیں محض اس کے فضل سے حاصل ہوتیں ہیں بعض اوقات بعض نعمتوں میں ظاہری سبب کو بظاہر دخل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نااہل پر فضل نہیں کرتا اسے اہل بناتا ہے پھر رحمت کرتا ہے یعنی اُسی حال میں نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اسے اہل بنا کر رحمت کا حقدار بناتا ہے۔[li]

۔ایک تو اہلِ اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے جو اس سے محروم رہا وہ فضل کی تنگی سے نہیں بلکہ خود اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔اس فضل کو لینے والے دو قسم کے لوگ ہیں اعمال جو کہ عبادت و زہد سے حاصل کرتے ہیں دوسرے اہلِ محبت جو کہ اپنے قرب اور دلی محبت کی وجہ سے فضل پاتے ہیں اور بد نصیب جب اس سے محروم رہتے ہیں تو دور بیٹھے حسد کرتے ہیں دنیا میں ہر انسان رب کی کی ربوبیت سے فائدہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی امیری غریبی سے کسی کی مقبولیت یا مردودیت کا پتہ نہیں چلتا ہاں اس کا ظہور قیامت کے دن ضرور ہو گا۔[lii]

موحد اور مشرک میں فرق یہ ہے کہ مشرک تو جہان کا پجاری ہے اور موحد رب کا عابد۔مشرک کی عقل پردوں تک پہنچتی ہے، موحد کی پردے دار تک، جھگڑے تب تک ہی ہیں جب تک حقیقت سامنے نہیں آجاتی اور حجاب کا اُٹھنا جھگڑے مٹا دیتا ہے۔اہلِ کتاب مشرق و مغرب پر اسی لیئے اڑے ہوئے تھے کہ حق ان سے چھپا ہوا تھا انہیں یہ خبر نہ تھی کہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ ہر جہت میں اسے دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی جلوہ گری کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہے مگر مومن کا سر ادھر ہی جھکے گا جدھر رب تعالیٰ کا حکم ہو گا۔یوں کہیے کہ مشرک کا مقید مخلوق ہے اور موحد جہات کی قیدوں سے آزاد[liii]

مفتی صاحب نے توحید کے تین درجے بیان کیئے ہیں۔

۱ مبتدئین کی توحید: مبتدئین کی توحید لاالہ الااللہ ہے۔

۲ متوسطین کی توحید: متوسطین کی توحید لاالہ الاانت ہے۔

۳ کاملین کی توحید: کاملین جو فنافی الذات ہیں واحد حقیقی کی ندائیں سنتے ہیں ان کی توحید لاالہ الاانا ہے۔[liv]

علمِ توحید تمام علوم کی اصل ہے جو توحید سے جاہل رہا وہ رب کی آیات اور اس کے کلام سے بھی ناواقف رہا کیونکہ تمام کفار اس علم سے محروم ہے اس لیے ان کی کج بخشیاں بھی یکساں۔ جیسے علم اور ایمان ہر قوم کو یکساں فائدہ پہنچاتے ہیں ایسے ہی جہالت و بے دینی ہر ایک کے لیے یکساں مضر ہے۔[lv] اور عقیدہ توحید کے بغیر عقیدہ نبوت معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے ساتھ قرآنِ کریم، تورات، انجیل کا ذکر کیا ہے حقیقت میں انبیاء کرام اور ان کی کتابیں رب کا صحیح پتہ ہیں بغیر پتہ کے خط اور اس کا سارا مضمون منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا۔ ایسے ہی بلاواسطہ انبیاء یعنی نبیوں کے وسیلے کے بغیر سارے عقائد بیکار ہیں کیونکہ رب تعالیٰ انہیں کے ذریعے اپنی پہچان ظاہر کرواتا ہے اور اپنا پیغام بھی پہنچاتا ہے۔[lvi]

## مجازی ملکیت اور حقیقی ملکیت

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ[lvii]

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں ااور زمین میں ہے سب اللہ ہی کے واسطے ہے

اللہ تعالیٰ نے مجازی ملکیت اپنے بندوں کو دے رکھی ہے لیکن پھر بھی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے، بندے کے افعال بھی اللہ کی مخلوق ہیں بندہ ان کا خالق نہیں کیونکہ بندے کے افعال بھی زمین وآسمان کی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔[lviii] یہاں ان لوگوں کے عقیدے کی تردید ہو جاتی ہے جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں کہ اللہ مالک سب کا ہے لیکن وہ اولاد سے پاک واحد ذات ہے، کیونکہ اولاد اور بیوی پر ملکیت نہیں ہوتی اگر معاذ اللہ اولاد ہوتی تو وہ سب چیزوں کا مالک نہیں ہو سکتا تھا۔[lix]

اس لیئے مفتی صاحب نے یہاں اللہ تعالیٰ کے اولاد سے پاک ہونے کے دلائل پیش کیے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اولاد سے پاک ہونے کے بہت سے دلائل ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

i. اولاد کی ضرورت مغلوب کو ہوتی ہے کبھی تو شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کرتا ہے جس سے اولاد ہوتی ہے کبھی دشمنوں کی قوت سے مجبور ہو کر اولاد کی خواہش کرتا ہے جو اس کا قوتِ بازو بنے اور رب تعالیٰ ہر قسم کی مغلوبیت سے پاک ہے لہٰذا اولاد سے بھی پاک ہے۔

ii. بدلنے والی چیز اولاد کی خواہش مند ہو سکتی ہے، غیر متبدل کی اولاد نہیں، انسان کو بڑھاپا بھی آتا ہے جب اعضاء انسانی اچھے سے کام نہیں کرتے اُس وقت فرزند چاہیے۔ چاند، سورج ستارے چونکہ بدلتے نہیں اس لیئے ان کی اولاد نہیں رب تعالیٰ بھی تبدیلی سے پاک ہے اس لیے اولاد سے بھی پاک۔

iii. انسان کا فانی ہونا بھی اولاد کی خواہش کو بڑھا دیتا ہے تاکہ اُس کی نسل بڑھتی رہے۔ علمِ طبیعات والے کہتے ہیں کہ کچھ درختوں بلکہ پتھروں میں بھی توالد و تناسل ہے۔ بعض درخت مادہ اور نر ہیں۔ اور آسمانی چیزیں قیامت تک فانی نہیں اس لیے ان کی اولاد بھی نہیں اور رب تعالیٰ تو واجب الوجود ہے اس لیے اولاد سے بھی پاک۔

iv. اولاد ماں باپ کی ہم جنس چاہئے، آپ کے جسم کے کیڑے، جوئیں آپ کی اولاد نہیں اگر رب کی اولاد ہوتی تو وہ رب کے ہم جنس ہوتی اور جنس کے لیے فصل ضروری اور جنس فصل کے لیئے مادہ ضروری اس لیے رب کا مادی ہونا لازم آتا ہے اور وہ تو مادہ سے پاک ہے لہٰذا اولاد سے بھی پاک ہے۔

v. اولاد میں ماں باپ جیسے صفات چاہیئے۔ انسان کی اولاد انسان کی ہی طرح ہوتی ہے اگر رب کی اولاد ہوتی تو وہ اس کی طرح واجب، قدیم، خالق وغیرہ ہوتی اور اولاد ہونے کی وجہ سے اس سے پیچھے ہوتی۔ واجب قدیم ہونا پیچھے ہونے کے خلاف ہے لہٰذا رب اولاد سے پاک ہے۔

vi. اولاد جو اپنی جز یعنی نطفے سے پیدا ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بیٹے نہیں اور سیدنا آدم کے بیٹے نہیں ہمارے سر کی جوئیں جو ہماری اولاد نہیں کیونکہ وہ ہمارے نطفے سے نہیں اور رب تعالیٰ نطفے سے پاک لہٰذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

vii. اولاد میں ماں کی شرکت ہوتی ہے کہ اس کے کچھ اعضاء باپ کے نطفے سے پلتے ہیں اور کچھ ماں کے۔ اگر رب کی اولاد ہوتی تو اس میں ماں کی شرکت ہو جاتی اور وہ اس کا مستقل خالق نہ ہوتا اور یہ تو بڑا عیب ہے اور رب ہر عیب سے پاک ہے، لٰہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

viii. اولاد ایک وقت تک ماں باپ کی محتاج ہوتی ہے پھر ان سے بے پرواہ ہو جاتی ہے اور پھر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کہ ماں باپ بعض کاموں میں اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں اور رب تعالیٰ ہر قسم کی محتاجی سے پاک ہے لٰہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

ix. باپ کی تربیت ناقص ہوتی ہے کہ وہ بچے کو پال کے استاد کے حوالے کرتا ہے اگر خود بھی دے تو باپ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مدرس کی حیثیت سے دے گا۔ اور رب کی پرورش کامل ہے کہ بندوں کے جسم اور روح و قلب اور قالب کو پالتا ہے۔ لٰہذا وہ کسی کا باپ نہیں۔

x. بیٹا باپ کا خادم ہوتا ہے نہ کہ عابد، اس طرح اس کا شریک ہوتا ہے نہ کہ اس کی مخلوق تو اگر رب تعالیٰ کی کوئی اولاد ہوتی تو وہ خادم ہوتی اس کی عابد نہ ہوتی لٰہذا رب کی معبودیت ناقص رہ جاتی، اس لیئے وہ اولاد سے پاک ہے۔

xi. بیٹا اپنے باپ کا شریک ہوتا ہے نہ کہ بندہ اور مملوک شہزادہ اپنے باپ کی رعایا نہیں کہلاتا بلکہ اس کی سلطنت کا حصہ، لٰہذا اگر رب کی اولاد ہوتی تو وہ اس کا بندہ نہ ہوتا بلکہ اس کا برابر کا حصہ دار۔

xii. باپ بہت آہستگی سے بیٹا حاصل کر سکتا ہے نہ کہ ایک دم سے اور رب تعالیٰ پیدا فرمانے میں آہستہ پر مجبور نہیں، لٰہذا اولاد سے پاک۔

بیٹے تین قسم کے ہیں۔ پوت، سپوت، اور کموت

i. پوت وہ ہے جو باپ کے برابر کمال دکھائے،

ii. سپوت وہ ہے جو باپ سے بڑھ جائے،

iii. اور کموت وہ ہے جو باپ سے کم رہے، بلکہ اس کے نام کو بگاڑ دے۔

اگر رب کا بیٹا ہوتا تو سوال ہوتا ہے کہ وہ کیسا ہوتا کس قسم کا ہوتا، اگر سپوت ہوتا تو چاہیئے کہ اس کی مخلوق رب کی مخلوق سے بڑھی ہوتی کہ رب کے سات آسمان ہیں تو اس کے کم از کم آٹھ تو ہوتے۔ اگر پوت ہے تو خالقیت اور ملکیت وغیرہ میں برابر اور اگر کموت ہوتا تو یہ بیٹے کے عیب اور باپ کی مجبوری پر دلالت کرتا تاکہ بیٹا تو نالائق رہا اس کی تربیت میں کمی رہ گئی۔ اس لیئے اللہ پاک اولاد سے پاک ہے۔[lx]

ذات صفات یا افعال میں کسی کو اس کی طرح ماننا کفر اور بے دینی ہے۔ غیرِ خدا سے خدا کی سی محبت کرنا جس کے ساتھ اس کی عبادت بھی ہو شرک ہے غیرِ خدا سے محبت کرنا جائز ہے لیکن جب ہو حد سے بڑھ جائے تو وہ غلط ہے کیونکہ اگر محبت جائز نہ ہوتی تو رب کی محبت کی زیادتی کیسے معلوم ہوتی۔ انسان بے خبر رہ کر ہی کفر و شرک اور بت پرستی کر سکتا ہے رب کی خبر رکھنے والا شرک نہیں کر سکتا اور کوئی بھی چیز اس کے مثل قرار نہیں دے سکتا۔[lxi]

## عقیدہ رسالت

حضور نبی کریم ﷺ کی افضیلت کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے مفتی صاحب آیت قرآنیہ کو دلیل بنا کر نبی محترم کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[lxii]

ترجمہ: اے محبوب ﷺ فرما دیجیئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو یا محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور نبی کریم اللہ تعالیٰ کے محبوب اعلیٰ ہیں اور جو کوئی حضور کی محبت کا دعویٰ کرے اور ان کی سنت کا مخالف ہو تو وہ بشہادتِ قرآن جھوٹا ہے

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اتباع کا ذکر کیا اور اتباع اور اطاعت میں بہت فرق ہے کیونکہ اتباع خاص ہے اور اطاعت عام۔ اس لیئے اللہ اتباع کے ساتھ محبوبیت کا ذکر کرتا ہے اور اطاعت کے ساتھ سزا کا اگر اس سے روگردانی کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے

مزید یہ کہ محبت کی تین اقسام ہیں: طبعی، عقلی، احسانی

حضور پاک ﷺ سے محبت طبعی ہونی چاہیئے۔ فقط عقلی اور احسانی کافی نہیں[lxiii] حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت ہی خدارسی کا ذریعہ ہے۔ حضور کو چھوڑ کر کوئی عمل کسی کی اطاعت رب تک نہیں پہنچا سکتی۔ رب تعالیٰ تک پہنچانا صرف نبی پاک ﷺ کا کام ہے، اطاعت مصطفی سے دنیا میں ایمان اور آخرت میں جنان ہاتھ آتے ہیں مگر اتباعِ رسول سے دنیا میں عرفان، ایقان اور محبوبیت یزداں اور آخرت میں لقائے رحمٰن نصیب ہوتے ہیں۔

## نبی پاک ﷺ کی مخالفت دنیاوی تکالیف کا باعث ہے

اس بات کو مفتی صاحب اس آیت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ[lxiv]

ترجمہ: اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اس وقت جبکہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب اس وقت خدا نے تم کو ان (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور خدا مومنو پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

نبی پاک ﷺ کی مخالفت دنیاوی مصیبتوں کا باعث ہے جیسا کہ آیت میں "عصبتم" سے معلوم ہوا، حضور پاک ﷺ کی نافرمانی سے نعمتیں چھن جاتی ہیں آج بھی مسلمان اسی لیئے پستی کی طرف جا رہے ہیں کیونکہ انہوں نے سنتِ نبوی کا دامن چھوڑ دیا ہے۔[lxv]

## افضیلتِ سید الانبیاء ﷺ

حضور پاک ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں اس بات کے مفتی احمد یار خان نعیمی بے شمار دلائل دیتے ہیں جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

حضور ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں اور سارے پیغمبر آپ کے امتی، سب سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا اور عہد بھی نہایت پختگی سے کر کے عہدِ ربوبیت میں صرف "الست بربکم۔ قالو بلیٰ" پر کفایت ہوئی۔ مگر یہاں بجائے "بلیٰ" کے "اقررنا" کہلوایا۔ سب کو اس پر گواہ بنایا، رب تعالیٰ نے اپنی شاہی گواہی کو بھی شامل فرمایا پھر اس کی مخالفت پر سزا مقرر فرمائی۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[lxvi]

اس آیت سے معلوم ہوا امتِ مصطفی ﷺ تمام امتوں سے افضل ہے اور ظاہر ہے کہ امت کی افضیلت اس کے پیغمبر کی افضیلت سے ہو گی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی مصطفی ﷺ آخری نبی ہے اور آپ کا دین غیر منسوخ ہے اور ظاہر ہے کہ باقی فانی سے افضل ہے لہٰذا اسلام دیگر ادیان سے بہتر اور یہ بہتری حضور ﷺ کی برکت سے ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[lxvii]

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[lxviii]

ان آیات سے معلوم ہوا حضور نبی کریم ﷺ دعائے خلیل اور بشارت مسیح ہیں گویا وہ داعی ہیں اور آپ مدعی، وہ حضرات اسناد ہیں اور حضور ﷺ متن، وہ حضرات مبشر ہیں اور حضور ﷺ پھول، وہ حضرات طفیلی ہیں اور حضور ﷺ مقصود، وہ حضرات سب براتی ہیں اور حضور ﷺ دولہا اور ظاہر ہے کہ پھول درخت سے افضل، دولہا باراتیوں سے اعلیٰ، اور متن سے بڑھ کر اسناد مبدا ہے اور متن اس کی انتہا۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى[lxix]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے معراج دی اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ درجہ کسی اور نبی کو نہیں ملا

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ پاک سے قرب والے ہیں۔

یَاأَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ0یَاأَیُّھَاالْمُدَّثِّرُ0یَاأَیُّھَاالرُّسُلُ[lxx]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نام مبارک سے نہیں پکارا بلکہ آپ کے پیارے اوصاف سے جبکہ دیگر پیغمبروں کو نام سے ہی پکارا ہے۔

وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ[lxxi]

معلوم ہوا کہ یہ بلندی وذکر حضور ﷺ سے خاص ہے کہ رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ہے عرش وفرش میں آپ ہی کا چرچا ہے۔

ان تمام آیات سے حضور نبی کریم ﷺ کی افضلیت ظاہر ہوتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کی بہت عزت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو عرض ومعروض کرنے کا طریقہ بھی سکھایا اور عرضی کے الفاظ بھی بتائے، قرآن کریم نے دربارِ مصطفائی کی حاضری کے آداب بھی سکھائے، کیونکہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ تمام عبادتوں سے مقدم ہے اور سب سے بڑھ کر اہم فرض، نبی کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا بھی مفتی صاحب کے نزدیک کفر کے ضمرے میں آتا ہے، اگرچہ قصد سے نہ ہو۔

## ملائکہ سے متعلق تفردات

لفظ "ملائکہ" کا واحد ملاک ہے جو عربی کے قاعدے سے ملاک ہوگیا۔ یہ "الوکتہ" سے مشتق ہے جس کے معنی پیغام کے ہیں۔ اس لیئے ملائکہ کے معنی پیغام رساں قاصد کے ہیں۔ ملائکہ الٰہی خالق اور مخلوق کے درمیان قاصد ہیں۔ قرآن مجید میں ان کو متعدد مقام پر "رسل" اور "رسول اللہ" کے نام سے پکارا ہے۔ مثلاً

اللّٰہُ یَصْطَفِی مِنَ الْمَلَائِکَۃِ رُسُلاً[lxxii]

ترجمہ: فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے

### ملائکہ کی قسمیں

فرشتے چند قسم کے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن میں آرہا ہے، ایک عرش اُٹھانے والے، دوسرے عرشِ اعظم کے گرد گھومنے والے، تیسرے جلیل القدر ملائکہ جیسے جبرائیل ومیکائیل، چوتھے جنت کے فرشتے، پانچویں جہنم کے جن کے سردار کا نام مالک ہے، دیگر فرشتوں کا نام زبانیہ ہے، چھٹے وہ فرشتے جو انسانوں کی حفاظت کے لیئے مقرر کیئے گئے، ساتویں اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے جنہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ آٹھویں وہ فرشتے جن کے سپرد دنیا کے انتظامات ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کو صحیح تسلیم کرنا ضروری ہے۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق تسلیم کیا جائے۔ نظر نہ آنے کے باوجود ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے۔

تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہوتے ہیں، وہ اس کے احکام کے خلاف ورزی نہیں کر سکتے، ارشادِ الٰہی ہے

﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا أَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾[lxxiii]

ترجمہ: فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ تو وہ ہی احکام بجالاتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے

شیطان فرشتہ نہیں تھا بلکہ وہ تو جن تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے

فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ[lxxiv]

)ترجمہ: ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا، ابلیس جنوں میں سے تھا اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی

مفتی صاحب ملائکہ کے بارے میں کچھ تفردات بیان کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں مفتی صاحب فرشتوں کو خدا کے مقبول بندے کہا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کے کام کو اپنا کام کہا ہے، کہ نامہ اعمال لکھنا فرشتوں کا کام ہے، مگر رب تعالیٰ نے فرمایا "سنکتب" ہم لکھ رکھیں گے،[lxxv]

مفتی صاحب فرشتے کی حقیقت بیان کرتے ہیں یہ نوری جسم ہیں مختلف شکل بدل سکتے ہیں بہت طاقتور ہیں اور عالمِ ملکوت میں سے ہیں ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ اور جن وانس خشکی کے جانوروں کے دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر دریائی جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر زمیں کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ، ساتویں آسمان تک یہ ترتیب ہے۔ پھر یہ تمام مخلوقات کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں، وہ سب مل کر عرشِ اعظم کے ایک پردے کے فرشتوں کے مقابلے میں، خیال رہے کہ عرشِ اعظم کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے میں اسی قدر ملائکہ ہیں۔ پھر یہ تمام مخلوق ان فرشتوں کے مقابلے میں جو عرشِ اعظم کے آس پاس گھومتے رہتے ہیں ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں قطرہ ان کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ تمام فرشتے رب کے مطیع بندے اور ہر دم اس کی عبادت میں مشغول رہنے والے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں۔[lxxvi]

تفـرداتِ عقیـدہ آخـرت

مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ آیاتِ آخرت بھی خدا کی رحمت ہیں کہ ان کے ذریعہ دل میں خوف پیدا ہوتا ہے جو عبادت کی اصل ہے۔[lxxvii] قیامت کا دن پردہ اُٹھنے کا دن ہو گا کہ ہر چیز اپنی اصلی حالت میں نظر آئے گی۔ مسلمانوں کو اپنے کافر قرابت داروں سے سخت نفرت ہو گی کیونکہ وہ نہایت بدشکل اور بدصورت نمودار ہوں گے، مفتی صاحب کہتے ہیں کہ آخرت میں مال واولاد کام نہ آئے گی اور مال واولاد کا کام نہ آنا اور ان کے ذریعہ عذابِ الٰہی دفع نہ ہونا کفار کے لیئے ہے ان شاءاللہ مسلمانوں کا مال اور اولاد دونوں کام آئے گی، مال صدقی کی صورت میں جو دنیا میں مسلمانوں نے بھیجا ہو گا، اولاد وہ جو صدقہ جاریہ کی صورت میں کہ اولاد کی نیک اعمال سے ماں باپ کی نجات ہے۔ کفار کو ان کے سارے گناہوں کا عذاب دیا جائے گا کہ کسی گناہ کی معافی نہ ہو گی اور نیکیاں ساری برباد اور گناہ سب محفوظ جبکہ مسلمانوں کی ساری نیکیاں ساری محفوظ جبکہ گناہ یا تو بالکل معاف یا تو کچھ معاف۔[lxxviii]

آخـرت بہـرحـال دنـیـاسے بہـتـر ہے

مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ جنت میں کمان رکھنے کی جگہ ساری دنیا اور یہاں کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے۔ اخروی زندگی کے لئے نہ غذا کی ضرورت ہے نہ پانی کی یہ سب چیزیں اس دنیا کے لیئے ضروری ہیں۔[lxxix] دنیا اور آخرت میں عذابِ الٰہی مختلف شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں اور ہوں گے کہ جیسا مجرم ویسا عذابِ الٰہی اور آخرت میں عذآب کے مختلف درجے ہوں گے بعض نرم، بعض گرم، مگر سخت تر عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب جانیں۔ ایک یہ کہ عالم کی ہر چیز بلکہ خود ہم اپنے خالق کی ذات وصفات کی کھلی ہوئی دلیل ہیں، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جو اپنے کو پہچان لے گا وہ رب کو پہچان لے گا دوسرے یہ کہ دنیا عمل جگہ ہے نہ کہ سزا و جزا کی اسی لئے اس کو قرار نہیں[lxxx]

تذکرہ موت: زندگی بھی تین قسم کی ہے اور موت بھی تین طرح کی۔

أ. رحمانی زندگی اور موت: وہ ہے جس سے رحمان راضی ہو جائے۔
ب. نفسانی زندگی اور موت: یہ وہ موت جو غفلت میں گزرے اس کی حقیقت یہ ہے
ج. شیطانی زندگی اور موت

i. یہ وہ ہے کہ زندگی گزرے گناہوں میں اور موت آئے کفر پر۔
ii. پہلی زندگی وموت مغفرت ورحمت کا ذریعہ ہے،
iii. دوسری زندگی وموت حسرت وندامت کا وسیلہ،
iv. اور تیسری زندگی اور موت غضب ولعنت کا سبب[lxxxi]
v. دنیاوی زندگی پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے کہ یہ دھوکہ ہے

بلکہ یہاں جس قدر کمایا جاسکے، کمانا چاہیئے جیسے کہ "متاع الغرور" سے معلوم ہوا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں کماؤ وہاں کھاؤ۔ موت یعنی بدن سے جان کا نکلنا ہر زندہ جسم کے لیے ہے، فرشتے، جنات، انسان سب ہی موت کی زد میں ہیں، پھر انسانوں میں ہر قسم کے انسان حضرات انبیائے کرام علیہ السلام، اولیاء کرام سب کو موت آنی ہے۔ موت میں بھی مزا ہے، کسی کی موت لذیذ ہے کسی کی شدید، کسی کی موت میٹھی ہے، کسی کی کڑوی، مگر چکھنی سب نے ہے۔ بعض لوگ مر کر محبوب سے چھوٹتے ہیں اور کچھ لوگ مر کر محبوب سے ملتے ہیں، جو چھوٹتے ہیں ان کے لیئے موت کڑوی اور جو محبوب سے ملتے ہیں ان کے لئے موت میٹھی۔[lxxxii]

محبتِ خدا

مفتی احمد یار خان نعیمی یہاں لکھتے ہیں کہ ہر چیز سے افضل محبت خدا ہے کہ جن چیزوں سے اللہ کے لئے محبت کی گئی وہ آخرت میں کار آمد ہیں اور جن سے دنیا کے لئے محبت ہوئی وہ وہاں بے کار اور جن سے اللہ کے مقابل الفت ہوئی وہ بیزار بلکہ باعثِ عذابِ نار۔ وہاں لطف ہوگا کہ ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ محبت میں بندھا ہوگا اور محبوب تو جہنم میں جائیگا جس وجہ سے اس کو بھی جہنم میں جانا پڑے گا۔

مقصودِ زندگی

سارے انسان زندگی گزارتے ہیں مگر مقصودِ زندگی میں فرق ہے کسی کا مقصود مال اور کسی کا تحصیلِ کمال، ان دونوں کے لیئے زوال ہے اور یہ زندگی و مال اور متقین کا مقصودِ حیات اعمال ہیں مگر عاشقین کا مقصد حیات رضاء ذوالجلال مومنین کہتے ہیں "لا معبود الا ھو"

عاشقین کہتے ہیں "لا مقصود الا ھو لا محبوب الا ھو بلکہ الا ھو"

اس آیت کا جذبہ یہ ہے کہ کل قیامت میں دنیا کے پیچھے پھرنے والے اسے مقصدِ حیات سنانے والے اس مصیبت میں گرفتار ہوں گے کہ مال و اولاد سے نفرت کریں گے اور انہیں اسی غفلت کی وجہ سے ہر طرح کا عذاب ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز ان کے لئے سبب مغفرت نہ بنے گی۔ مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ انسانی زندگی یا نفسانی زندگی ہے یا شیطانی یا ایمانی ہے یا رحمانی جو غفلت میں گزرے وہ نفسانی ہے جو بدکاریوں میں گزرے وہ شیطانی جو نیکیوں میں گزرے وہ روحانی ہے اور جو زندگی اللہ اور رسول ﷺ ہی میں فنا ہو کر گزرے وہ رحمانی۔ اور قرآنِ پاک نے پہلی دو زندگیوں کو حیٰوۃ فرمایا ہے۔

تذکرہ توبہ

یہاں تذکرہ توبہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان جتنے بھی گناہ کرلے بہر حال اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے کہ موت کی آخری ہچکی تک انسان توبہ کر سکتا ہے کہ توبہ سے رب کی قربت حاصل کی جاسکتی ہے جس سے گناہوں سے معافی اور حیات ابدی حاصل ہو سکتی ہے ہر شخص کی موت اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہونے کا وقت ہے اور چونکہ موت کا وقت مقرر نہیں اور نامعلوم اس لئے ہر وقت توبہ کرنی چاہئے۔ کہ توبہ گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے مگر اس میں ایک شرط ہے کہ گزشتہ کا کفارہ اور آئندہ کے لئے بچنے کا عہد کرے، مثلاً بے نمازی پچھلی نمازیں قضاء کرلے آئندہ پڑھنے کا ارادہ کرلے تب توبہ قبول ہوگی، توبہ کے لئے یہ بھی شرط بھی ہے کہ اس گناہ سے جو فساد پھیلا اس کی اصلاح کر مثلاً اگر مفتی کے غلط فتوے سے لوگ غلطی میں پڑ چکے ہوں یا لوگوں کے عقائد بگڑ گئے تو اس پر فرض ہے کہ خود ہی فتویٰ میں اس کی تردید کردے۔[lxxxiii]

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان گزشتہ جرم پر نادم ہو اور آئندہ کے لیئے بچنے کا عہد کرے لیکن اس کے ساتھ زبان سے توبہ کے کلمے بولنا اور اس وقت کوئی نیک کام بھی کرنا چاہیئے، توبہ کے وقت نمازِ توبہ کے وقت توبہ اور صدقہ خیرات ادا کرے کیونکہ یہ توبہ کی قبولیت کا ذریعہ ہے، اور توبہ گناہ کے مطابق ہونی چاہئے یعنی چھپے گناہ کی چھپی توبہ اور ظاہر گناہ کی ظاہر توبہ۔[lxxxiv] اور یہ کہ گناہوں کی توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ موت آپکڑے توبہ حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

تفردات

مفتی صاحب نے توبہ کے چار درجات بیان کیئے ہیں جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

أ. ایک نفسِ امارہ کی توبہ جو کہ عام مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے اس کی حقیقت بری باتوں سے بچنا اچھے کام کرنا فوت شدہ عبادتیں قضاء کر دینا حق والقں کے حق ادا کرنا، مظلوموں سے معافی مانگ لینا گزشتہ گناہوں سے شرمندہ ہونا اور آئندہ بچنے کا عہد کرنا اسے توبہ محض یا توبہ نصوح کہتے ہیں۔

ب. دوسرا نفسِ لوامہ کی توبہ ہے، پر اولیاء اللہ اور مومنین خاص کو حاصل ہوتی ہے اس کی حقیقت ترکِ دنیا اور حق سے غافل کرنے والی چیزوں سے بچنا ہے اخلاق کی درستگی اور نفس کی صفائی ہے۔

ج. تیسرا نفسِ ملھمہ ہے کہ یہ خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے جس کی حقانیت دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف رغبت ہے اس کا نام ادبہ ہے۔

د. چوتھا نفسِ مطمئنہ کی توبہ ہے اور یہ خاص اولیاء اور انبیاء کو حاصل ہوتی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ خود عنایت ربانی ان نفسوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اپنی انانیت کو نکال کر ربوبیت کی ہویت میں گم کر دیتی ہے۔[lxxxv]

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ

معافی کے لیئے فقط زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ عمل بھی ضروری ہے کہ گناہ حجاب ہے اور توبہ اس کی قینچی، نیک اعمال و اصلاحِ نفس اس قینچی کی دھار، مضبوط حجاب پھاڑنے کے لیئے خاص توبہ کی قینچی اور اس پر اصلاحِ نفس و اعمال، گزشتہ پر ندامت، آئندہ کے لیئے عہد پرہیز گاری ضروری ہے۔[lxxxvi] کہ توبہ استغفار اسلام میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کہ استغفار سے پہلے حمدِ الٰہی کرنا بہتر ہے گناہ کرتے وقت اور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لیئے ہر حال میں خدا کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے تاکہ اس کی رحمت حاصل کی جاسکے جو ہماری اُخروی نجات کا ذریعہ بنے۔[lxxxvii]

## متفرق عقائد

مفتی صاحب اس بارے میں کہتے ہیں مذہب اہلِ سنت و جماعت صراطِ مستقیم ہے کیونکہ فرقی جبر یہ انسان کو پتھر کی طرح مجبور مانتا ہے اور فرقہ قدریہ انسان کو بالکل مختار اہلِ سنت مانتے ہیں کہ انسان خلق میں مجبور اور کسب میں خود مختار ہے، اور رافضی صحابہ کرام کے دشمن، خارجی اہلِ بیت کے دشمن، لیکن اہلِ سنت ان دونوں جماعتوں کے بندہء بے زر کیونکہ اہلِ بیت کے لیئے جہاز اور صحابہ کرام امت کیلیئے تارے قطب نما، خارجیوں نے کشتی کو چھوڑا اور رافضیوں نے رہنما تاروں سے منہ موڑا اور دونوں کی کشتی ڈوب گئی۔ اہلِ سنت کا بیڑا پار ہے کہ جنھوں نے سنت کا راستہ لیا اور اسی کو صراِ مستقیم تسلیم کیا۔ اسلام ار قرآن کی تعلیم سیکھی رب کو بھی یاد کرتے ہیں یعنی سب حق ادا کرتے ہیں وہ ہی راہِ راست پر ہیں۔[lxxxviii]

کوئی بھی نبی زادہ، سید زادہ، شاہ زادہ، مولوی زادہ جو بھی بے ایمان ہو وہ جہنمی ہے اسی طرح کسی کو بھی عبادات، نماز، روزہ معاف نہیں ایسے عقیدے تو یہود و نصاریٰ کے تھے۔ اسلام کے عقائد اور احکام قوی دلائل قائم ہے، عقائد میں دلیل ضروری ہے کسی کو کشف و الہام یا تقلید کا اختیار نہیں کیونکہ نیک اعمال تب ہی قبول ہوں گے جب

---

[1] ۔ نعیمی، مولانا نذیر احمد، سوانح عمری حکیم الامت بدایونی، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات

[ii] ۔ نعمت اللہ الہراوی ایک افغان پٹھان نے پٹھانوں پر تاریخ افغانہ کے نام سے کتاب لکھی اور برناڈ جو کہ جرمن تھا اس نے اس کا ۱۸۲۹ میں ترجمہ کیا تھا۔ اور محمد زدیق نے تاریخ حافظ رحمت خانی کے نام سے ۱۷۷۰ میں کتاب لکھی جس کا ترجمہ روشن خان نے کیا تھا ان دونوں کتابوں میں لکھا ہے، کہ اس یوسف زئی قبیلے کا تعلق نبی حضرت یوسفؑ سے ہے اور ان کی اولاد میں سے ہیں یہ بتاتے ہیں کہ ان کا یوسف زئی پٹھان قبیلہ بنی اسرائیل سے بچھڑ گئے تھے۔ کچھ یہودی مذہب پر رہے اور کچھ مسلمان ہو کر نبی پاک کے امتی بن گئے۔

[3] ۔ اُترپردیش قدیم اور قرونِ وسطیٰ بھارت کی طاقتور سلطنتوں کا گھر تھا۔

[iv] ۔ ضلع بدایوں بھارتی ریاست اُترپردیش کا ایک ضلع ہے، اور بدایوں شہر ضلعی صدر مقام ہے۔ ضلع بدایوں بریلی ڈویژن کا حصہ ہے۔ اور اس کا کل رقبہ ۵۱۶۸ کلومیٹر ہے۔

[v] ۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں اہلسنت و جماعت کی ایک تاریخی درسگاہ ہے۔ اس کی بنیاد عبدالماجد قادری بدایونی نے رکھی پہلے اس کا نام مدرسہ شمسیہ تھا بعد میں بدل کر دار العلوم شمس رکھ دیا گیا۔

[vi] ۔مراد آباد بھارت کا ایک رہائشی علاقہ جو مراد آباد ضلع میں واقع ہے۔

[vii] ۔مفتی نعیم الدین مراد آبادی ممتاز عالمِ دین تھے، جن کا نام غلام مصطفیٰ تھا، والد کا نام مولانا محمد معین الدین نزہت تھا۔۲۱ صفر المظفر کو پیدا ہوئے تدریس میں خاصا کمال رکھتے تھے اور اُستاد العلماء کے نام سے مشہور تھے آپ نے تقریباً ۲۳ کتابیں تصنیف کیں اور آپ کی مشہور تصانیف میں تفسیر خزائن العرفان بھی شامل ہیں۔آپ کا وصال ۶۷ برس کی عمر میں ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ میں ہوا اور آپ کا مزار جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہیں۔

[viii] ۔شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری ۱۸۸۶ء بھارت کے شہر الور میں سید دیدار علی شاہ کے ہاں پیدا ہوئے، ۱۹۸۷ء میں وفات پائی آپ ایک بہت اچھے مفتی اور خطیب تھے۔

[ix] ۔سوانح حکیم الامت، حالات زندگی حکیم الامت، نعیمی کتب خانہ، س،ن

[x] نعیمی، مفتی، احمد یار خان، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، س۔ن

[xi] ۔ نعیمی، مفتی، احمد یار خان، تفسیر نور العرفان، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xii] ۔اہلسنت والجماعت مسلمانوں میں پیدا ہونے والے دو بڑے تفرقوں میں سے ہے، اور اس کو عام الفاظ میں سنی بھی کہا جاتا ہے، اکثریت اس طبقے سے تعلق رکھتی ہے

[xiii] ۔جنوبی ایشیاء خصوصاً برصغیر پاک وہند میں مسلک اہلسنت وجماعت کی ایک شاخ کو امام احمد رضا خان (متوفی ۱۹۲۱ء) کی مناسبت سے بریلوی مسلک کے نام سے جانا جاتا ہے، عالمی مذاہب کی اجمالی آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق اس مکتبہ کے ماننے والوں کی تعداد ۲۰۰ ملین ہے، ان کو بریلوی کہا جاتا ہے، ان کے عقائد میں عقیدہ نور وبشر، عقیدہ شفاعت، عقیدہ حاظر وناظر، عقیدہ توسل، تصوف، زیارات مزارات، عید میلاد النبی ﷺ، محافل نعت ودرود وسلام، گیارویں شریف وغیرہ شامل ہیں

[xiv] ۔ مفتی، احمد یار خان، جاءالحق وزھق الباطل، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س۔ن

[xv] ۔ نعیمی، احمد یار خان، جاءالحق، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س۔ن

[xvi] ۔ نعیمی، احمد یار خان، شانِ حبیب الرحمٰن، نعیمی کتب خانہ لاہور، اکتوبر ۲۰۱۵ء

[xvii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، اسلامی زندگی، نعیمی کتب خانہ، لاہور۔ س،ن

[xviii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، سلطنتِ مصطفٰی، نعیمی کتب خانہ، گجرات، س،ن

[xix] ۔ نعیمی، احمد یار خان، دیوانِ سالک، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xx] ۔ نعیمی، احمد یار خان، اسرارِ احکام، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xxi] ۔ نعیمی، احمد یار خان، رسالہ نور، نعیمی کتب خانہ لاہور، س،ن

[xxii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، الکلام المقبول، نعیمی کتب خانہ، لاہور، ،ن

[xxiii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، ایک اسلام، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xxiv] ۔ نعیمی، احمد یار خان، اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xxv] ۔ نعیمی، احمد یار خان، درس القرآن، نعیمی کتب خانہ، لاہور، س،ن

[xxvi] ۔ نعیمی، احمد یار خان، رحمتِ خدا بوسیلہ اولیاء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س،ن

[xxvii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، سفر نامے (مکمل)، نعیمی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، س، 2006

[xxviii] ۔ نعیمی، احمد یار خان، امیر معاویہ پر ایک نظر، قادری پبلشرز ا، شتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور، س،ن

[xxix] ۔کوکب۔ عبد النبی، ایم۔اے، حیاتِ سالک، شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان، زندگی، شخصیت، خدمات) مکتبہ اسلامیہ، گجرات، س۔ن

[xxx] ۔الہروی، محمد بن احمد، ابو منصور۔الازہری (م ۳۷۰ھ)، تہذیب اللغہ، دار احیاء التراث الربی، بیروت، الاولیٰ، ۲۰۰۱ء، ج 14، ص 70-71

[xxxi] ۔الانبیاء ۲۱:۸۹

۔الذاریات ۵۱:۴۹[xxxii]

۔آل عمران ۳:۹۷[xxxiii]

۔الانعام ۶:۹۴[xxxiv]

۔الاصفہانی، حسین بن محمد، ابوالقاسم۔الراغب (م ۵۰۲ھ)، المفردات فی غریب القرآن، دار العلم الدار الشامیہ، بیروت، 1412ھ، ج1، ص629[xxxv]

۔الافریقی، محمد بن مکرم، ابوالفضل۔ابن المنظور (م ۷۱۱ھ) دار صادر، بیروت، الثالثہ، ۱۴۱۴ھ، ۳:۳۳۱[xxxvi]

۔الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب (م ۸۱۷)، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالہ للنشر والتوزیع، بیروت، الثامنہ، ۲۰۰۵، ۱:۳۰۱ [xxxvii]

۔مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۹۸۴ [xxxviii]

۔الجرجانی، علی بن محمد۔الشریف (م ۸۱۶)، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الاولی، ۱۹۸۳، ۳۹[xxxix]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۲/۳۶۱[xl]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، 1/۱۵۳تا۱۷۰[xli]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۶۲[xlii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۱۹۴[xliii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۵۵[xliv]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۱۰۰[xlv]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۱۰[xlvi]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۴۵[xlvii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۱۷۰[xlviii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۵۰۵[xlix]

[l]۔سورۃ البقرہ، ۲/۱۰۵

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۵۴۰[li]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۶۹۱[lii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی۔ ۲/۱۹[liii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۳۷[liv]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۵۹۳[lv]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۲۳۴[lvi]

۔سورۃ النساء ۴/۱۳۱[lvii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۲۰۱[lviii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۲۰۱[lix]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۵۸۷[lx]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۲/۱۲۶[lxi]

۔سورۃ آل عمران، ۳/۳۱[lxii]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۳۶۰[lxiii]

سورۃ آل عمران، ۳/۱۵۲[lxiv]

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۲۵۵[lxv]

سورۃ آلِ عمران، ۴/۱۱۰ lxvi

۔سورۃ الصف، ۶۱/۸ lxvii

۔سورہ البقرہ، ۱/۱۲۹ lxviii

۔سورۃ الاسراء، ۱/۱۵ lxix

۔سورۃ المزمل، ۷۳/۱ lxx

۔سورۃ الم نشرح، ۹۴/۴ lxxi

۔سورۃ الحج، ۲۲/۷۵ lxxii

۔سورۃ التحریم، ۶۶/۶ lxxiii

۔سورۃ الکھف، ۵۰/۱۸ lxxiv

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۳۸۴ lxxv

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۳۳۷ lxxvi

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۳۵۵ lxxvii

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۲۶۶ lxxviii

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۲۹۰ lxxix

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۴۱۲ lxxx

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۲۸۴ lxxxi

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۳۹۶ lxxxii

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۲/۱۰۶ lxxxiii

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۳۵۵ lxxxiv

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۵۸۱ lxxxv

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۳/۵۸۶ lxxxvi

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۴/۱۹۵ lxxxvii

۔ماخوذ از تفسیر نعیمی، ۱/۶۹،۶۷ lxxxviii